www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

غازی عزیر

حدیث وسنت

قرآن وسنت کا باہمی تعلق

قرآن وسنت، شریعت کے دو بنیادی مآخذ ہیں۔ دین کی اساس انہی دو چیزوں پر قائم ہے اگرچہ حکم الٰہی ہونے کے اعتبار سے دونوں بجائے خود ایک ہی شے ہیں، لیکن کیفیت و حالت کے اعتبار سے جدا ہیں، مگر اس کے باوجود ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ دونوں چیزیں دین کے قیام کے لیے یکساں طور پر ضروری اور اہم ہیں۔ ان کے درمیان روح اور قالب جیسا تعلق ہے۔ افاداتِ فراہی کے ترجمان جناب خالد مسعود اپنے ایک مضمون "احکامِ رسول کا قرآن مجید سے استنباط" کے زیر عنوان لکھتے ہیں :

> "یہ ایک مسلمہ امر ہے جس میں کوئی مسلمان شک نہیں کر سکتا کہ نبی ﷺ کے ارشادات شریعت کے احکام کی ایک مستقل بنیاد ہیں خواہ قرآن سے مستنبط ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ کے دیئے ہوئے احکام کتابِ الٰہی ہی سے مستنبط ہوتے تھے جیسا کہ متعدد احکام کے ضمن میں خود آپ نے تصریح فرمائی اور قرآن میں بھی اس پر نصوص موجود ہیں"(۱)

پس ضروری ہوا کہ قرآن وحدیث دونوں کو دستورُ العمل اور حرزِ جان بنایا جائے، کیونکہ ان دونوں میں وہی نسبت ہے جو غذا اور پانی کی جسم سے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید ایک متنِ متین ہے جس میں بہت سے احکام اجمال واختصار کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، حدیث ان کی شرح و تفصیل بیان کرتی ہے، چنانچہ امام شاطبی الغرناطیؒ (۷۹۰ھ) فرماتے ہیں :

"فكان السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعاني أحكام الكتاب"(۲)

"گویا سنت کتاب اللہ کے احکام کے لیے بمنزلہ تفسیر وشرح کے ہے"

بغیر احادیث کے ان مجمل احکامِ قرآن کو سمجھنا اور ان آیات کا موقع و محل پہچاننا ایسا دشوار ہے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

جیسے بغیر پانی کے تشنگی کا فرو ہونا یا بغیر بحری جہاز کے سمندر کا پار کر جانا، شیخ عبدالجبار عمر پوریؒ نے قرآن وسنت کے اس تعلق کو کس عمدہ پیرایہ میں بیان کیا ہے :

"دل کی کوئی بات بغیر زبان کے ظاہر نہیں ہو سکتی اور زبان بغیر دل کے اشارہ وارادہ کے حرکت نہیں کر سکتی، یہی کیفیت قرآن وحدیث کی ہے، قرآن تمام جہاں میں ایسا ہے جیسے انسان کے اندر دل اور حدیث ایسی ہے جیسے منہ میں زبان، قرآن قانون وقاعدہ کلی مقرر کرنے والا اور حدیث اس کی شرح وتفصیل کرنے والی اور اس کی جزئیات وفروعات کو کھولنے والی ہے"(۳)

قرآن وسنت کے اس تعلق کو مزید واضح کرنے کے لیے ذیل میں ہم اس کے بعض مختلف پہلوؤں پر گفتگو کریں گے :

قرآن وسنت میں سے کسی ایک چیز پر اکتفا کرنا گمراہی کا باعث ہے

چونکہ اسلامی شریعت صرف قرآن کریم کا نام نہیں بلکہ اس سے قرآن اور اس کا بیان دونوں مراد ہیں لہذا اگر قرآن کی تشریعی حیثیت تسلیم کی جاتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے بیان، شرح وتفسیر کی مشروعیت سے انکار کیا جائے۔ جاننا چاہیے کہ قرآن کے اسی بیان، شرح وتفسیر کا نام ہی "سنتِ نبوی" ہے۔ پس قرآن وسنت میں سے صرف قرآن یا صرف سنت کو ہی قابل عمل یا دین کے لیے کافی سمجھنا صریح گمراہی ہے، کیونکہ قرآن وسنت دونوں میں ایک دوسرے کی پابندی کا تاکیدی حکم وارد ہے، ارشاد ہوتا ہے :

﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾(۴)

"جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"من أطاعني فقد أطاع الله ومن عصاني فقد عصى الله ......الخ"(۵)

"جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی"

علی بن زیدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسنؓ سے مروی ہے :

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"أن عمران بن حصين كا ن جالسا ومعه أصحابه فقال رجل من القوم: لا تحدثونا إلا بالقرآن، قال فقال له ادنه فدنا، فقال: أرأيت لو وكلت أنت وأصحابك إلى القرآن أكنت تجد فيه صلاة للظهر أربعا والمغرب ثلاثا، تقرأ في اثنين أرأيت لو وكلت أنت وأصحابك الى القرآن أكنت تجد الطواف بالبيت سبعا والطواف بالصفا والمروة ثم قال: أي قوم خذوا عنا فانكم والله ان لا تفعلوا لتضلُّن"(٦)

"عمران بن حصینؓ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ ایک شخص نے کہا: ہم سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہ بیان کیا جائے۔ عمران بن حصین نے ان سے قریب آنے کے لیے کہا، وہ شخص قریب آگیا تو آپ نے اس سے کہا: اگر تم کو اور تمھارے اصحاب کو صرف قرآن پر چھوڑ دیا جائے تو کیا تم اس میں پا سکتے ہو کہ ظہر کی نماز چار رکعات، عصر کی چار رکعات، مغرب کی تین رکعات اور اسکی دو رکعتوں میں قرات کرنی ہے؟ اسی طرح اگر تمھیں اور تمھارے اصحاب کو صرف قرآن پر چھوڑ دیا جائے تو کیا تم اس میں پا سکتے ہو کہ بیت اللہ کا طواف سات بار کرنا ہے؟ اور صفا و مروہ کی سعی بھی ہے؟ پھر آپ نے فرمایا: اے لوگو! ہم سے (علم حدیث) لو کیونکہ قسم اللہ تعالیٰ کی! اگر تم لوگ ایسا نہ کرو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے"

اور سعید بن زیدؒ کی روایت میں یہ واقعہ یوں ہے:

"ہم سے حسن نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضرت عمران بن حصینؓ سے کہا: یہ احادیث کیا بلا ہیں، جو تم ہمیں قرآن کو چھوڑ کر بیان کرتے ہو؟ عمران بن حصینؓ نے فرمایا: اگر میں تمھیں اور تمھارے اصحاب کو صرف قرآن پر چھوڑ دوں تو تم کو یہ کہاں سے پتہ چلے گا کہ ظہر کی نماز اس اس طرح ہے، عصر کی نماز اس طرح اور اس کا وقت یہ ہے، مغرب کی نماز اس طرح، میدان عرفات میں موقف اور رمی جمار اس طرح اور چوری پر ہاتھ کہاں سے کاٹا جائے: کلائی سے یا کہنی یا مونڈھے سے؟ یہ سب تفاصیل ہماری ان حدیثوں ہی میں ملتی ہے جو تم سے بیان کرتے ہیں۔ اگر تم ان کو نہ سیکھو گے تو واللہ گمراہ ہو جاؤ گے"(۷)

اور امام بیہقیؒ نے "المدخل الکبیر" میں حبیب بن ابی فضالہ المکیؒ سے نقل کرتے ہوئے یہ صراحت فرمائی ہے کہ:

"حضرت عمران بن حصینؓ نے شفاعت کی حدیث بیان کی تو کسی قوم کے ایک شخص نے عرض کیا: اے ابو نجید! آپ ہم سے بہت سی ایسی احادیث بیان کرتے ہیں جن کی کوئی اصل ہمیں

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

قرآن میں نظر نہیں آتی؟ یہ سن کر حضرت عمرانؓ غضبناک ہو گئے اور کہنے لگے: کیا تو نے قرآن پڑھا ہے؟ معترض نے عرض کیا: ہاں پڑھا ہے۔ حضرت عمرانؓ نے پوچھا: کیا تم قرآن میں عشاء کی نماز چار رکعات، صبح کی نماز دو رکعات، ظہر کی چار رکعات اور عصر کی چار رکعات پڑھنے کا ثبوت پاتے ہو؟ معترض نے عرض کیا: نہیں۔ حضرت عمرانؓ نے پوچھا: تم لوگوں نے ان کو کہاں سے سیکھا ہے؟ کیا تم لوگوں نے ان کو ہم سے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سیکھا پھر دریافت فرمایا: کیا تم قرآن میں ہر چالیس بکری پر ایک بکری زکوۃ دینے کا حکم پاتے ہو؟ نیز اس میں اونٹ اور درہموں کے نصاب کا ذکر دکھا سکتے ہو؟ معترض کا جواب تھا: نہیں۔ حضرت عمرانؓ کہنے لگے: تو پھر کن لوگوں سے اور کہاں سے تم نے ادائیگی زکوۃ کے نصاب اور طریقے کو سیکھا؟ کیا تم لوگوں نے ہم سے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ سے یہ چیزیں نہیں سیکھیں؟ پھر کہنے لگے: قرآن میں ﴿وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (بیت الحرام کا طواف کرو) وارد ہوا ہے تو کیا تمہیں قرآن میں سات مرتبہ طواف کرنے کا حکم نظر آتا ہے؟ اور مقام ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے؟ کیا تم قرآن میں لا جلب ولا جنب ولا شغار فی الإسلام کے سلسلے میں کوئی ذکر پاتے ہو؟ کیا تم نے نہیں سنا کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ پھر حضرت عمرانؓ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ساری چیزوں کو سیکھا ہے جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے"

امام ابن حجر عسقلانیؒ اس واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ:

"حضرت عمران بن حصینؓ کی یہ گفتگو سن کر اس شخص نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا تھا: "أحييتني أحياك الله" یعنی آپ نے (یہ بصیرت افروز بات کہہ کر) مجھے حیاتِ نو اور روشنی عطا کی ہے، اللہ تعالے آپ کو حیاتِ دراز عطا فرمائے"(۸)

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

"سنت کو نا قابل التفات سمجھ کر اگر کوئی شخص صرف الفاظ قرآن کے لغوی معانی پر ہی عمل کرنے لگے تو وہ شخص گمراہ ہو جائے گا، کتاب اللہ سے جاہل رہ جائے گا، اندھیروں میں ہاتھ پیر مارنے والا ہوگا اور کبھی بھی راہِ حق نہ پا سکے گا"(۹)

علامہ طحاویؒ فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"دینی اصول کے سلسلہ میں وہ شخص کیسے کچھ کہہ سکتا ہے جس نے دین کو کتاب وسنت کی بجائے لوگوں کے اقوال سے سیکھا ہو؟ اگر یہ شخص یہ گمان کرلے کہ وہ دین، کتاب اللہ سے لے رہا ہے اور وہ اس کی تفسیر، حدیث رسول ﷺ سے نہیں لیتا اور نہ اس پر غور کرتا ہے اور نہ بسندِ صحیح ہم تک پہنچنے والے صحابہ وتابعین کے اقوال پر نظر رکھتا ہے (تو اسے جان لینا چاہئے کہ) ان راویوں نے ہم تک صرف قرآن کے الفاظ ہی کو نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس کے معانی ومطالب کو بھی پہنچایا ہے۔ وہ لوگ قرآن کو بچوں کی طرح نہیں سیکھتے تھے بلکہ اس کے مفہوم کو بھی سمجھتے تھے اگر کوئی شخص ان کا راستہ اختیار نہ کرے تو پھر اپنی رائے سے ہی بولے گا، اور جو اپنی رائے سے بولے اور اپنے گمان کو ہی دین سمجھے اور دین کو قرآن وسنت سے نہ سیکھے وہ گنہگار ہے، خواہ اس کی بات درست ہی ہو۔ اور جو دین کو کتاب اللہ اور سنت رسول سے سیکھے اگر وہ غلطی بھی کرے تو ماجور ہوگا اور اگر صواب کو پالے تو دوہرا اجر پائے گا"(۱۰)

اس ضمن میں جناب حمید الدین فراہی صاحب بھی "أحکام الاصول" میں لکھتے ہیں :

"سلف اور ائمہ نے اپنے مذہب کی صحت کی بدولت کتاب اور سنت دونوں کو مضبوطی سے پکڑا ہے یہ نہیں کیا کہ باطل پسندوں اور ملحدوں کی طرح ان میں تفریق کر کے ایک چیز کو ترک کردیتے ہیں"(۱۱)

قرآن کریم کی یہ آیت اس بارے میں بالکل واضح اور ایسا کرنے والوں کو عذابِ الیم کی نوید دے رہی ہے :

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللهِ وَرُسُلِه وَيُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللهِ وَرُسُلِه وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ أَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلاً أُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ (النساء : ۱۵۰،۱۵۱)

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم فلاں (فرمان الٰہی) پر تو ایمان لاتے ہیں اور فلاں (فرمان نبوی) کا انکار کرتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان (ایک تیسری) راہ اختیار کریں ایسے ہی لوگ پکے کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے"

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حدیث
فہم قرآن کے لیے صرف زبان پر قدرت کافی نہیں ہے

کوئی شخص عربی زبان پر خواہ کتنی ہی قدرت کیوں نہ رکھتا ہو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی قولی و فعلی احادیث کی مدد کے بغیر قرآن کریم کی بعض پیچیدہ آیات کے صحیح مفہوم کو سمجھ لینا ممکن نہیں ہوتا۔ اس کی ایک واضح مثال آیت ﴿الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ ہے (۱۲) یعنی "جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے بچاتے رہے ان کو امن ہوگا اور وہ لوگ ہی ہدایت یافتہ ہیں" جس کے لفظ "ظلم" کو صحابہ کرامؓ نے اس کے ظاہری مفہوم پر محمول کرتے ہوئے اس سے ہر چھوٹا بڑا ظلم مراد سمجھ لیا تھا، حالانکہ صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر زبان داں کون ہو سکتا تھا کہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا تھا اور اس وقت تک زبان بھی ہر قسم کے عیوب و نقائص اور آمدات سے پاک تھی، لیکن پھر بھی ان کو صرف زبان کی مدد سے اس آیت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی، چنانچہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ جب نبی ﷺ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا گیا کہ "یا رسول اللہؐ! ہم میں سے ایسا کون ہے جس کے ایمان میں ظلم کا شائبہ نہیں ہے"؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "یہاں ظلم کا عام مفہوم مراد نہیں، بلکہ اس سے شرک مراد ہے۔ کیا تم کو حضرت لقمان کا قول معلوم نہیں کہ ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ (۱۳) یعنی "شرک بہت بڑا ظلم ہے"

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب سحری کی آخری حد کی تعیین کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (۱۴) یعنی "ماہ رمضان میں اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک کہ تمہارے لئے سیاہ دھاگہ سفید دھاگے سے واضح نہ ہو جائے" تو ایک صحابیِ رسولؐ نے ایک سیاہ اور ایک سفید دھاگہ اپنے سرہانے رکھ لیا کہ جب تک یہ دونوں ایک دوسرے سے واضح طور پر الگ نظر آنے لگیں اس وقت تک کھانے پینے کی اجازت ہے۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا "اس سے مراد رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے" (۱۵)

ظاہر ہے کہ یہاں بھی صحابیِ رسول اہل زبان ہونے کے باوجود محض زبان کی مدد سے اس آیت کا صحیح مطلب و مقصد نہ سمجھ پائے تھے۔

اس ضمن میں جناب مفتی محمد شفیع صاحب "قرآن فہمی کے لئے حدیث رسول ﷺ ضروری ہے، حدیث کا انکار در حقیقتِ قرآن کا انکار ہے" کے زیر عنوان تحریر فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

﴿وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ﴾ اس آیت میں "ذکر" سے مراد باتفاق قرآن کریم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں مامور فرمایا ہے کہ آپؐ قرآن کی نازل شدہ آیات کا بیان اور وضاحت لوگوں کے سامنے کر دیں۔ اس میں اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ قرآن کریم کے حقائق و معارف اور احکام کا صحیح سمجھنا رسول کریم ﷺ کے بیان پر موقوف ہے۔ اگر ہر انسان صرف عربی زبان اور عربی ادب سے واقف ہو کر قرآن کے احکام کو حسب منشاء خداوندی سمجھنے پر قادر ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو بیان و توضیح کی خدمت سپرد کرنے کے کوئی معنی نہیں رہتے"(۱۶)

پس معلوم ہوا کہ انسان کو زبان سے زیادہ سنت کا جس قدر وسیع علم ہوگا، اس کے مطابق اسے قرآن کو سمجھنے اور اس سے احکام مستنبط کرنے میں آسانی ہوگی۔ جو جس قدر علم حدیث سے بے بہرہ ہوگا اسی قدر فہم قرآن سے محروم رہے گا۔

فہمِ قرآن سنت کا محتاج ہے

قرآن کریم میں بعض آیات اس طرح مذکور ہیں کہ جن کا صحیح مفہوم متعین کرنا بغیر احادیث کی مدد کے قطعاً ناممکن ہے۔ اس کی دو مثالیں اوپر سورۃ الانعام کی آیت ۸۲ اور البقرۃ کی آیت ۸۷ میں لفظ ظلم کے مفہوم کی تعیین اور "تحدید وقتِ سحر" کے ضمن میں گزر چکی ہیں۔ فہم قرآن میں سنت کی ضرورت اور اہمیت کی چند اور مثالیں پیش خدمت ہیں:

سورۃ التوبہ آیت ۳۶ میں حرمت کے چار ماہ کی تعیین کا نہ ہونا، سارق و سارقہ کے ہاتھ قلم کرنے کے حکم (سورۃ المائدۃ: ۳۸) میں نصابِ سرقہ اور قطع ید کی مقدار کی عدم تعیین، آیتِ تیمم میں لفظ "ید" کی وضاحت کا نہ ہونا، حالانکہ حدیث میں اس کی تصریح یوں مذکور ہے: "التيمم ضربة للوجه والكفين" یعنی (تیمم ایک ضرب ہے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے لیے) اسی طرح سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۵ میں مردہ جانور، بہنے والا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام سے پکائی گئی چیز کو حرام قرار دیا گیا ہے، لیکن حدیث نے اس کے ساتھ ہر دانت والے درندے اور پنجوں والے پرندے اور گھریلو گدھوں کو بھی حرام قرار دیا، سورۃ النساء کی آیت ۱۰۱ میں نماز قصر کے لیے "سفر" کے ساتھ کفار کے ستانے کا خدشہ بھی بطور شرط مذکور ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے بحالتِ امن بھی نماز قصر کی بعض صورتوں کو واضح فرمایا ہے۔ سورۃ المائدۃ کی آیت ۶ میں ہر مردار اور خون کو حرام قرار دیا گیا تھا لیکن حدیثِ نبوی نے مردہ ٹڈی، مچھلی اور خون بہ شکل جگر و کلیجی کو مستثنیٰ کر کے حلال قرار دیا ہے اور سورۃ الاعراف کی آیت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نمبر ۳۲ میں اللہ کی پیدا کردہ زینت اور پاکیزہ رزق کو حلال بتایا گیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی حدیث نے زینت کی اشیاء میں سے ریشم اور سونے کے استعمال کو حرام قرار دیا ہے۔ غرض اس طرح کی اور بھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جو دراصل خود قرآن کی آواز میں ضرورتِ حدیث کو ثابت کرتی ہیں۔ ان مثالوں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کہ فہم قرآن کیلئے سنتِ نبوی کا مطالعہ کس قدر ضروری ہے۔

اوپر "قرآن وسنت میں سے کسی ایک چیز پر اکتفا کرنا گمراہی کا باعث ہے" کے زیر عنوان حضرت عمران بن حصینؓ سے متعلق جو روایات نقل کی گئی ہیں اگرچہ ان سے بھی فہم قرآن میں احادیث کی ناگزیر حاجت کا اظہار ہوتا ہے لیکن اس واقعہ کو امام ابن عبد البرؒ نے قدرے مختلف لیکن مؤثر انداز میں یوں بیان کیا ہے:

"مروی ہے کہ حضرت عمران بن حصینؓ نے ایک شخص کو احمق کہا اور اس سے پوچھا کہ کیا تم کتاب اللہ میں یہ پاتے ہو کہ ظہر کی چار رکعات ہیں جس میں جہری قراءت نہیں کی جاتی؟ پھر اسی طرح کئی نمازوں اور زکوۃ کے متعلق سوال کیا اور پوچھا کہ کیا تم کو یہ سب چیزیں کتاب اللہ میں مفسر ا ملتی ہیں؟ پھر فرمایا "إن كتاب الله أبهم هذا وان السنة تفسر ذلك" یعنی قرآن کریم نے ان باتوں کی تفصیل بیان کرنے سے خاموشی اختیار کی ہے لیکن سنت نے ان پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے"(۱۸)

امام ابو داؤدؒ نے بھی اپنی سنن میں اس واقعہ کو قدرے مختلف انداز پر روایت کیا ہے، جس کا حاصل اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن کریم کے اصل اور صحیح مقصود ومنشاء کو سمجھنے کے لیے سنتِ نبوی کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہے۔

علامہ علاؤالدین ابوالحسن الخازنؒ آیت "لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" کے تحت لکھتے ہیں:

"یعنی احکامِ قرآن میں سے جو کچھ مجمل ہے، کتاب اللہ کا بیان اور اس کی تشریح وتوضیح سنت سے طلب کرنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرآن کے ان مجملات کے مبیّن ہیں"(۱۹)

اور نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ فرماتے ہیں:

"کتاب اللہ کا بیان سنت سے طلب کرنا چاہیئے اس مجمل کے مبین رسول اللہ ﷺ ہیں، اسی لئے بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب قرآن کریم اور حدیث میں بظاہر تعارض واقع ہو تو حدیث

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

© rasailojaraid.com
www.KitaboSunnat.com

کو مقدم کرنا واجب ہے کیونکہ سورۃ النحل کی آیت ۴۴ دلالت کرتی ہے کہ قرآن مجمل ہے اور حدیث مبین، اور مبین چیز مجمل پر مقدم ہوتی ہے...... الخ"(۲۰)

سنت کی اسی ضرورت اور اہمیت کے پیش نظر امام اوزاعیؒ نے امام مکحولؒ سے نقل فرمایا ہے :

"الکتاب أحوج إلی السنة من السنة إلی الکتاب"(۲۱)

"قرآن سنت کا زیادہ حاجت مند ہے بہ نسبت اس کے کہ جتنی سنت کو قرآن کی حاجت ہے"

خواہ مخواہ بعض لوگ امام اوزاعی و مکحول رحمہما اللہ کے اس قول سے وحشت کھاتے ہیں حالانکہ بقول حافظ ابن عبد البرؒ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ سنت محتملاتِ قرآن کا فیصلہ بلکہ انکی تعیین کرتی ہے اور قرآن کی مراد و منشاء کو بیان کرتی ہے۔ اس کی مدد کے بغیر کتاب اللہ کے اصل مقصد و مطلب کو سمجھنا محال ہے۔ آں رحمہ اللہ کے الفاظ میں اس قول کا مطلب یہ ہے "یرید أنها تقضي علیه وتبین المراد منه"(۲۲) یعنی "سنت قرآن پر حاکم اور اس کی مراد کو واضح کرنے والی ہے"۔

حدیث کیوں کر شارحِ قرآن ہے

مندرجہ صدر دلائل و آثار سے یہ حقیقت واضح ہو چکی کہ کتاب و سنت کا باہمی ربط و تعلق اسی قسم کا ہے جیسے مُبَیَّن و مُبَیِّن میں ہوتا ہے۔ اب ذیل میں ہم یہ بتائیں گے کہ حدیث کیوں کر شارح قرآن ہے :

۱ : چونکہ کلام اللہ جوامع الکلم کی قبیل سے ہے۔ اس لیے اس میں تاویلات کی گنجائش ہے لیکن قرآن کریم میں جو آیات مجمل یا مشکل ہیں، حدیث انکی توضیح کرتی ہے، جو آیات عام ہیں، ان کی تخصیص کرتی ہے اور جو مطلق ہو ان کو مقید کرتی ہے تاکہ اس سے باطل تاویلات کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں اور کلام اللہ کا معنی و منشا متعین ہو جائے اس کی چند مثالیں ان شاء اللہ آگے "قرآن کی روشنی میں باعتبار مضمون، احادیث کی قسمیں" کے زیر عنوان پیش کی جائیں گی۔

۲ : شرح قرآن کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن میں وارد شدہ الفاظ کی خود شرح بیان فرمائیں، مثلاً آں ﷺ نے ﴿ مغضوب علیهم ﴾ سے یہودی اور ﴿ الضالین ﴾ سے مراد نصاریٰ بیان فرمائے ہیں۔

۳ : شرح قرآن کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ ایسے احکام بیان فرمائیں جو قرآن کریم میں بیان کردہ احکام سے زائد ہوں۔ ایسے احکام کی چند مثالیں ان شاء اللہ آگے محولہ بالا عنوان کے تحت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پیش کی جائیں گی۔

۴: شرح قرآن کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ نبی ﷺ ناسخ ومنسوخ آیات کی نشاندہی فرما دیں۔ جیساکہ راقم کے گذشتہ مضامین میں مثالیں اور تفصیلات گزر چکی ہیں۔

۵: شرح قرآن کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ قرآن حکیم میں جو حکم مذکور ہو حدیث اس کی مزید تائید وتاکید کرے۔

کتاب اللہ پر سنت کے قاضی ہونے کا مطلب

امام اوزاعیؒ کے استاذ مشہور محدث امام یحیٰی بن ابی کثیرؒ نے بھی اصولِ قرآنیہ کی توضیح میں سنت کے اہم کردار کو مد نظر رکھتے ہوئے فرمایا تھا: "السنة قاضية على الكتاب، ليس الكتاب قاضيا على السنة" (۲۳) "سنت (احکام) قرآن کا فیصلہ کرنے والی ہے، قرآن سنت کا فیصلہ کرنے والا نہیں ہے"

بعض لوگ امامؒ کے اس قول سے خواہ مخواہ متوحش نظر آتے ہیں اور اسے استخفافِ قرآن سے تعبیر کرتے ہوئے امام یحیٰی بن ابی کثیر کی تحقیر سے اس قول کی حقانیت کو ماند کرنے اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کا سامان پیدا کرتے ہیں، مثال کے طور پر جناب رحمت اللہ طارق صاحب فرماتے ہیں:

> "آگے چل کر استخفافِ قرآن کی یہاں تک جسارت کی گئی کہ یحیٰی بن ابی کثیر جیسے کوتاہ نظر محدث کے الفاظ بطور سند نقل ہونے لگے کہ "قرآن وحدیث میں جب تضاد محسوس ہو تو اس صورت میں حدیث کو مقدم اور قرآن کو مؤخر کرنا چاہئے" السنة قاضية على الكتاب وليس الكتاب بقاض على السنة" کیونکہ سنت برتر ہے (اور اسے آگے ہی بڑھنا چاہئے) اور قرآن فروتر ہے (اور اسے پیچھے ہی ہٹنا چاہئے) اور برتر یا فیصلہ کن کو ہمیشہ فروتر پر فوقیت رہتی ہے" (۲۴)

حالانکہ امام یحیٰی بن ابی کثیرؒ کا یہ قول استخفافِ قرآن سے قطعاً عبارت نہیں بلکہ انتہائی پُر مغز، امرِ واقعہ اور اپنے اندر معانی کا ایک وسیع سمندر سموئے ہوئے ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائے گا۔ جناب رحمت اللہ طارق صاحب کا امام یحیٰی بن ابی کثیرؒ کو "کوتاہ نظر محدث" بیان کرنا جس قدر خلافِ واقعہ ہے اسی قدر امام رحمہ اللہ کی نسبت یہ گمان کرنا بھی کہ آں رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن ایک "فروتر" یا "پیچھے ہٹائے جانے" کے لائق چیز ہے جبکہ سنت اس سے "برتر" اور آگے بڑھانے کے لائق ہے۔ ہمارے علم کے مطابق آں رحمہ اللہ نے کبھی اس قسم کی کوئی درجہ بندی نہ فرمائی تھی۔ جہاں تک قرآن وحدیث میں "تضاد محسوس" ہونے کی صورت میں سنتِ رسول کو مقدم کرنے اور ہر معاملہ میں اس سے ہی فیصلہ

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کروانے کا تعلق ہے تو اس بارے میں خود قرآن ناطق ہے۔

ذیل میں ہم امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ کی کوتاہ نظری کے بطلان پر کچھ شواہد پیش کریں گے تاکہ جناب رحمت اللہ طارق صاحب کے اس دعویٰ کی حقیقت آشکارا ہو سکے۔

امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ محدثین کی نظر میں

امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ ۱۲۹ھ صغار تابعین سے تھے۔ آپ کی کنیت ابو نصر الطائی تھی۔ امام ذہبی نے آپ کو "الامام" اور "أحد الاعلام لأثبات" کے القاب سے یاد کیا ہے۔ آپ نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن، ابی قلابہ، عمران بن حطان، ہلال بن ابی میمونہ اور ایک جماعت سے روایت کی ہے۔ ابو امامہ الباہلیؓ سے آپ کی روایت صحیح مسلم میں اور حضرت انسؓ سے آپ کی روایت سنن النسائی میں مرسلا مروی ہے۔ آپ سے آپ کے فرزند عبداللہ، عکرمہ بن عمارؒ، معمرؒ، ہشام دستوائیؒ، اوزاعیؒ، ہمام بن یحییٰ، ابان بن یزیدؒ، اور ایوب بن عتبہؒ جیسے نابغہ روزگار محدثین کے علاوہ ایک خلقِ کثیر نے احادیث کی روایت کی ہے۔

شعبہؒ کا قول ہے: "هو أحسن حديثا من الزهري" یعنی "یحییٰ بن ابی کثیرؒ علم حدیث میں امام زہریؒ سے بہتر ہیں" امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: "اذا خالفه الزهري فالقول قول يحي" یعنی اگر زہریؒ ان کے خلاف روایت کریں تو یحییٰؒ کا قول درست سمجھا جائے گا" امام ابو حاتمؒ کا قول ہے: "ثقة امام لا يروي إلا عن ثقة" یعنی "ثقہ اور امام ہیں اور صرف ثقات سے ہی حدیث روایت کرتے ہیں" وھیب، ایوب سختیانیؒ سے نقل کرتے ہیں "ما بقي علي وجه الأرض مثل يحي بن أبي كثير" یعنی "اب روئے زمین پر یحییٰ بن ابی کثیر کے مثل کوئی باقی نہیں ہے" امام عجلیؒ نے انہیں ثقہ اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔ امام ذہبیؒ کا قول گزر چکا ہے کہ "علمائے اثبات میں سے تھے" حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کا قول ہے کہ ثقہ اور ثبت تھے لیکن تدلیس وارسال کرتے تھے: "مشہور حافظِ حدیث، لیکن کثیر الارسال تھے"۔ امام نسائیؒ نے ان میں تدلیس کا وصف بھی بیان کیا ہے۔(۲۵)

امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ کی بالغ النظری اور رفیع الشان محدثیت کے اس تذکرہ کے بعد ہم آں رحمہ اللہ کے مذکورہ قول پر اٹھائے جانے والے بعض اعتراضات کا جائزہ پیش کرتے ہیں:

جناب رحمت اللہ طارق صاحب کی طرح جناب امین احسن اصلاحی صاحب بھی امام یحییٰ ابن ابی کثیر کے زیر بحث قول پر انتہائی خفا ہیں، چنانچہ اپنی تفسیر "تدبر قرآن" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"جو لوگ احادیث و آثار کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کو خود قرآن پر بھی حاکم بنادیتے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہیں، وہ نہ تو قرآن کا درجہ پہچانتے ہیں، نہ حدیث کا۔ برعکس اس کے جو لوگ احادیث و آثار کو سرے سے حجت ہی نہیں مانتے وہ اپنے آپ کو اس روشنی ہی محروم کر لیتے ہیں جو قرآن کے بعد سب سے زیادہ قیمتی روشنی ہے"(۲۶)

یہی بات آں محترم ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں :

"جو لوگ احادیث و آثار کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں کہ ان کو خود قرآن پر حاکم بنا دیتے ہیں، وہ در حقیقت قرآن کو بھی نقصان پہنچاتے ہیں اور احادیث کی بھی کوئی شان نہیں بڑھاتے اس کے برعکس جو لوگ احادیث کا سرے سے انکار کر دیتے ہیں وہ اس روشنی سے ہی محروم ہو جاتے ہیں جو قرآن مجید کے بہت سے اجمالات کے کھولنے میں سب سے زیادہ مددگار ہو سکتی ہے"(۲۷)

محترم اصلاحی صاحب نے اپنی زیر تبصرہ کتاب "مبادیٔ تدبر حدیث" میں بھی امام یحییٰ کے اس قول پر اپنی برہمی کا اظہار فرمایا ہے، لیکن یہ بات قابل ذکر ہے کہ جناب اصلاحی صاحب نے اپنی خفگی کے باوجود جناب رحمت اللہ طارق صاحب کی طرح امام رحمہ اللہ کی شخصیت کشی نہیں کی ہے بلکہ انہیں "ایک بزرگ"(۲۸) کے نام سے ذکر کیا ہے۔

اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ احادیث کو قرآن پر قاضی کہہ دینے سے بعض لوگوں نے یہ غلط مطلب سمجھ لیا ہے کہ گویا قرآن احادیث کی عدالت کے کسی کٹہرے میں ایک بے بس ولاچار مجرم کی حیثیت سے کھڑا ہے اور حدیث کو بحیثیتِ قاضی اس کی قسمت کا فیصلہ کرنا ہے۔ اگر فیصلہ اس مجرم کے حق میں ہوا تو اس کو قبول کیا جائے گا، اور اگر اس کے خلاف ہوا تو اس کو رد کر دیا جائے گا۔ الفاظ کے ہیر پھیر اور مسجع ومقفی عبارت کے ساتھ اس مَن مانے مطلب ومنشا کو اس طرح مشتہر کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کی روح تک کانپ اٹھتی ہے۔ اس غلط ترجمانی کے نتیجہ میں قاری نادانستہ طور پر ان بزرگوں کے متعلق بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے جن سے کہ یہ اقوال منقول ہیں۔ مگر ان اقوال کا صحیح مطلب ومنشاء بھی مشہور فارسی مقولہ "رموز مملکت خویش خسرواں دانند" کے مصداق علم قرآن وحدیث پر گہری بصیرت رکھنے والے اصحاب دانش و بینش ہی جانتے ہیں۔ جناب رحمت اللہ طارق صاحب اور ان کے ہم فکر اصحاب کا یہ مقام ہی نہیں کہ وہ ان ائمہ کبار کے اقوال کی رفعت اور گہرائی کا احاطہ کر سکیں۔ لہذا ان حضرات سے اس کی صحیح ترجمانی کی توقع کرنا ہی عبث ہے۔

امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ، امام مکحولؒ اور امام اوزاعیؒ وغیرہ کے ہمعصر یا بعد میں آنے والے جتنے بھی مشہور ائمہ حدیث گزرے ہیں ان میں سے کسی سے بھی ان حضرات کے اقوال پر نکارت منقول نہیں

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ہے۔ محدثین میں سے امام احمد بن حنبلؒ کے دو متضاد اقوال میں سے ایک قول کے مطابق بھی یہ مقولہ "منکر" نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ "جسارت" کے زمرہ میں آتا ہے۔ آں رحمہ اللہ کے علاوہ باقی تمام محدثین نے تو ان اقوال کی صداقت پر اس قدر اعتماد کیا ہے کہ بعض نے اپنی کتب میں مستقل ابواب ہی اس عنوان سے قائم کیے ہیں: "باب السنة قاضية على كتاب الله " "سنت کے کتاب اللہ پر حاکم ہونے کا بیان" (۲۹)

ہمارے نزدیک مقولہ : "السنة قاضية على الكتاب، ليس الكتاب قاضيا على السنة" کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ کتاب اللہ کی بعض آیات دو یا دو سے زیادہ امور و مطالب کی محتمل ہوتی ہیں، لیکن سنت ایسی تمام آیات کے جملہ محتملات میں سے کسی ایک محتمل کی تعیین کر کے اس آیت کا مقصد و مطلب متعین کر دیتی ہے۔ اس چیز پر استدلال عموماً ان احادیث سے کیا جاتا ہے جن سے ظواہر قرآن کے خلاف مطلق کو مقید اور عام کو خاص کیا جاتا ہے۔ ظواہر کتاب کے مقتضیٰ کو یوں ترک کر کے سنت کی طرف رجوع کرنے سے کتاب اللہ پر سنت کی تقدیم لازم نہیں آتی بلکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ جو چیز سنت میں معتبر ہے وہی دراصل کتاب اللہ کی بھی منشاو مراد ہے۔ پس اس قول کا اصل محرک اصولِ قرآنیہ کی توضیح میں سنت کا عظیم اثر و کردار ٹھہرا۔ یہ بات علامہ شاطبی کے ان اقوال سے بھی مؤکد ہوتی ہے: فرماتے ہیں:

"ان قضاء السنة على الكتاب ليس بمعنى تقديمها عليه واطراح الكتاب بل ان ذلك المعبّر في السنة هو المراد في الكتاب"

(یعنی سنت کے کتاب پر قاضی ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اسے کتاب پر مقدم ٹھہرا لیا جائے اور کتاب کو اس کے مقابلے میں چھوڑ دیا جائے، بلکہ جو کچھ سنت میں بیان کیا جاتا ہے وہ کتاب کی مراد ہوتی ہے)......اور

"هكذا سائر ما بينته السنة من كتاب الله تعالىٰ فمعنى كون السنة قاضية على الكتاب انها مبينة له" (الموافقات: ج ۴، ص ۷۰۸)

یعنی "یہی معاملہ قرآن کی ان تمام آیات کا ہے جن کی تبیین سنت نے کی ہے، لہٰذا کتاب اللہ پر سنت کے قاضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کتاب اللہ کی شارح ہے"

ذیل میں ہم اس قول کے صحیح مطلب و منشا کی وضاحت کے لیے چند مثالیں پیش کرتے ہیں:

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

ارشادِ الٰہی ہے : ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ ﴾......یعنی "نماز قائم کرو"

لیکن "صلوٰۃ" کے معنی کی تعیین میں اختلافِ رائے ہو سکتا ہے، کوئی شخص کہے گا کہ "صلوٰۃ" کے معنی دعاو تسبیح کے ہیں، کوئی درود و رحمت بیان کرے گا۔ محمد احمد بٹلا جیسا کوئی شخص اس کے معنی "پریڈ" بھی بیان کر سکتا ہے۔ کوئی تجدد پسند شخص اسے نظامِ ربوبیت یا اشتراکیت سے تعبیر کرے گا جیسا کہ لاہور کے ایک شخص نے بیان کیا تھا: کوئی "صلوٰۃ" سے مراد محض کولہوں کو ہلانا بتائے گا، کوئی شخص یہ کہے گا کہ "صلوٰۃ کے صحیح معنی وہ کیفیتِ اعمال ہے جو نبی ﷺ نے حکماً و عملاً یوں ظاہر فرمائی ہے: " صلّوا كما رأيتموني أصلي "[30] اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں نسلاً بعد نسل معروف و مشہور اور معمول بہ ہے۔"

اسی طرح قرآن کی آیت : ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا أَيْدِيَهُمَا ﴾[31] یعنی "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورتوں کے ہاتھ کاٹ دو" اگر اس آیت کی تفسیر میں کوئی شخص یہ کہے کہ یہاں ہاتھ کاٹ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو جراءت نہ ہونے دو کہ وہ چوری کر سکیں، ان کے تمام وسائل ختم کر دو جو امراء اور با اثر لوگ ان کے دست و بازو اور پناہ دہندہ بنے ہوئے ہوں، انہیں ان سے جدا کر دو، آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ فی الواقع ان کے ہاتھ ان کے تن سے جدا کر دو۔ تو ظاہر ہے کہ یہ تفسیر قرآن کریم کی صحیح ترجمانی نہ ہوگی کیونکہ حدیث میں ان آیات کی عملی تفسیر اور واضح احکام موجود ہیں: لہٰذا قارئین کرام بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ اگر ہر شخص کو قرآن کے ان الفاظ کے من مانے مطلب بیان کرنے کی چھوٹ دے دی جائے تو قرآن کریم اختلافات کا ایک ناقابلِ فہم اور ناقابلِ حل معمہ بن کر رہ جائے گا۔

ظاہر ہے کہ ان تمام اختلافات کے حل کی نہایت مؤثر اور ممکن صورت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ ان تمام معانی میں سے صرف اس معنی کو ہی درست مانا جائے جو خود نبی ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ پس جب اس بارے میں آں ﷺ کا قول و فعل فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے تو اس سے یہی نتیجہ اور مفہوم نکالا جا سکتا ہے کہ آپ کا قول و فعل ہی (جو کہ سنت اور احادیث کے نام سے معروف ہے) اس بارے میں فیصلہ کن رقاضی یا حاکم کی حیثیت رکھتا ہے کہ قرآن کی کسی آیت کے کون سے معنی صحیح اور منشاءِ الٰہی کے مطابق ہیں۔ یہ ہے اس مقولہ "احادیث قرآن پر قاضی ہیں" کا اصل مفہوم، جس سے نہ قرآن کا ملزم ہونا لازم آتا ہے اور نہ ہی کلام اللہ کی تحقیر و استخفاف کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

خلیفہ دوم حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے :

"سيأتي قوم يجادلونكم بشبهات القرآن، فخذوهم بالسنن فإن اصحاب السنن

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

أعلم بكتاب الله "(۳۲)

"عنقریب تمھارے پاس ایک جماعت آئے گی جو قرآنی شبہات کو لے کر تم سے جھگڑا کرے گی۔ تم ان کا مؤاخذہ سنن نبویہ سے کرنا کیونکہ سنن نبویہ کا علم رکھنے والے ہی کتاب اللہ کے مفہوم کو زیادہ جاننے والے ہیں"

یعنی حضرت عمرؓ کے نزدیک بھی قرآنی شبہات میں جدال کی صورت پیش آجانے پر سنتِ نبوی کا درجہ قاضی کا تھا، اسی طرح ایک مرتبہ کسی شخص نے تابعیِ جلیل مطرف بن عبداللہ الشخیرؒ ۹۵ھ سے کہا:

"لا تحدثونا إلا بالقرآن "یعنی ہمیں قرآن کے سوا اور کچھ نہ سنایا کرو، تو آپؒ نے فرمایا:

"والله ما نريد بالقرآن بدلا ولكن نريد من هو أعلم بالقرآن من يريد رسول الله ﷺ"(۳۳)

"قسم اللہ تعالیٰ کی! ہم قرآن کا بدل تلاش نہیں کرتے ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے قرآن کے اس مطلب کا سب سے بڑھ کر عالم کون ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مراد تھی"

امام علی بن المدینیؒ بیان کرتے ہیں کہ امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کا قول ہے:

" الرجل الى الحديث أحوج منه الى الأكل والشرب وقال الحديث تفسير القرآن"(۳۴)

"کسی شخص کو کھانے پینے سے زیادہ علم حدیث حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور فرمایا کہ حدیث قرآن کی تفسیر ہے۔"

امام اوزاعیؒ ایوب سختیانیؒ سے ناقل ہیں کہ "اگر کوئی شخص سنتِ نبوی کے متعلق یہ کہے کہ ! سنت کی بات رہنے ہی دیجئے، ہمیں تو صرف قرآن کے متعلق بتایئے تو جان لو کہ وہ شخص گمراہ ہے او گمراہ کرنے والا ہے۔" آپ کے الفاظ ہیں:

"إذا حدث الرجل بالسنة فقال دَعْنا هذا وحدِّثنا من القرآن فاعلم أنه ضال مُضل "(۳۵)

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

علامہ شعرانی بیان کرتے ہیں کہ :

"ایک مرتبہ اہل کوفہ میں سے ایک شخص امام ابو حنیفہؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ حدیث کا درس دے رہے تھے۔ اس شخص نے کہا : "دعونا من هذه الأحاديث" ہمارے سامنے یہ حدیثیں بیان مت کرو" امام ابو حنیفہؒ نے یہ سن کر اس پر سخت زجر فرمایا اور کہا "لولا السنة ما فهم أحد منا القرآن" یعنی اگر سنت نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن نہ سمجھ پاتا۔ آں جناب یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ : جب تک لوگ حدیث کی طلب کرتے رہیں گے، ان میں خیر و صلاح باقی رہے گی اور جب حدیث کے بغیر علم کے طالب ہوں گے تو فساد میں جا پڑیں گے۔"(٣٦)

اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ "بیان الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرائی" کے زیر عنوان فرماتے ہیں :

"كان عندهم أنه إذا وجد في المسألة قرآن ناطق فلا يجوز التحول إلى غيره وإذا كان القرآن محتملا لوجوه فالسنة قاضية عليه"(٣٧)

"محدثین کے نزدیک جب قرآن میں کوئی حکم صراحۃً موجود ہو تو کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر قرآن میں تاویل کی گنجائش ہو اور مختلف مطالب کا احتمال ہو تو حدیث اس پر قاضی ہوگی (یعنی اس کا فیصلہ ناطق ہوگا اور قرآن کے اسی مفہوم کو درست سمجھا جائے گا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو)۔"

ان تمام اقوال سے اصولِ قرآنیہ کی توضیح میں سنت کے عظیم الشان کردار اور اس کی اہمیت وضرورت پر روشنی پڑتی ہے، اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد خواہ کسی حکم قرآن کی تشریح میں ہو یا اس کے اجمال کی تفصیل اور وضاحت میں، بہر صورت اسے قاضی وناطق سمجھا جائے گا۔ پس امام یحییٰ بن ابی کثیرؒ، مکحولؒ اور اوزاعیؒ کے مذکورہ بالا اقوال سے ان کی جو مراد سمجھ میں آتی ہے وہ دراصل لوگوں کو ایک طرح کی تنبیہ ہے کہ قرآن کریم کے معانی ومطالب اعلم الخلق رسول اللہ ﷺ سے بہتر کون جانتا ہے؟ نیز جو کچھ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے وہ نری وحی ہوتا تھا لہذا قرآن کریم کی کسی آیت کے متعلق خود کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ہمیں دیکھ لینا چاہئے کہ رسول امین ﷺ نے اس بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ بلا شبہ آپ ﷺ کا ہر ارشاد لائق ترجیح ہے۔ خود اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں یہ حکم فرمایا ہے کہ ہر معاملہ میں (حدیثِ) رسول اللہ ﷺ سے ہی فیصلہ کروایا جائے۔ اہل علم حضرات میں سے کسی نے بھی اس بارے میں اختلافِ رائے نہیں کیا ہے کہ سنت کے کسی فیصلہ اور حکم پر عمل کرنا دراصل قرآن کریم کے ہی حکم پر عمل کرنا ہے۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

امام ورہبر اور سرچشمہ ہدایت بتایا، انکی سنت کو "قدوۃ" اور "ھدی النبی ﷺ" کو "اسوۂ حسنہ" قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خود قرآن سنت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ (باقی آئندہ)

حواشی وحوالہ جات

(۱) رسالۃ "تدبر" عدد ۱۳ ص ۱۱ مجریہ ماہ فروری ۱۹۸۵ء (۲) الموافقات للشاطبی ج ۴ ص ۱۰ (۳) عظمت حدیث ص ۴۵، ۴۶ (۴) النساء ۸۰ (۵) صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۱۳ ص ۱۱۱ (۶) الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۱۵ (۷) نفس مصدر ص ۱۵، ۱۶ (۸) لسان المیزان ج ۱ ص ۳ المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۱۰۹ (۹) الموافقات ج ۴ ص ۲۱ (۱۰) شرح عقیدہ طحاویہ ص ۲۱۲ (۱۱) رسالۃ "تدبر" لاہور عدد ۷ ص ۳۳ مجریہ ماہ نومبر ۱۹۹۱ء (۱۲) الانعام: ۸۳ (۱۳) لقمان ۱۳ (۱۴) البقرۃ ۱۸۷ (۱۵) صحیح البخاری مع فتح الباری ج ۴ ص ۱۳۲ صحیح المسلم کتاب الصوم حدیث ۱۰۹، سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۲۷۶ (۱۶) معارف القرآن از مفتی محمد شفیع ج ۵ ص ۳۳۶ (۱۷) جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۹۱ (۱۸) سنن ابی داؤد مع عون المعبود ج ۲ ص ۳ (۱۹) لباب التاویل للخازن ج ۴ ص ۷۶ (۲۰) تفسیر فتح البیان ج ۵ ص ۲۳۴ (۲۱) جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۱، الموافقات للشاطبی ج ۴ ص ۱۹، تفسیر القرطبی ج ۱ ص ۳۹، الکفایۃ للخطیب ص ۱۴ (۲۲) جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۹۱ (۲۳) الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۱۴، الاعتبار للحازمی ص ۱۷ طبع منیر الدمشقی ۱۳۴۶ (۲۴) تفسیر منسوخ القرآن تالیف رحمت اللہ طارق ص ۴ (۲۵) تذکرۃ الحفاظ للذہبی ج ۱ ص ۱۲۸، میزان الاعتدال للذہبی ج ۴ ص ۴۰۲، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۴ / ۲ ص ۱۲۴، المراسیل لابن ابی حاتم ص ۱۴۳، ۱۴۴، جامع التحصیل للعلائی ص ۸۸۰، تعریف اہل التقدیس لابن حجر ص ۷۶، تقریب التہذیب لابن حجر ج ۲ ص ۳۵۶، تہذیب التہذیب لابن حجر ج ۱۱ ص ۲۸۶، معرفۃ الثقات للعجلی ج ۲ ص ۳۵۷، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج ۴ ص ۳۲۴، فتح الباری لابن حجر ج ۵ ص ۱۰۵، ج ۵ ص ۴۸۷ ج ۱۰ ص ۴۸۲، ۵۱۵، ہدی الساری لابن حجر ص ۳۷۹، تحفۃ الاحوذی للمبارکفوری ج ۳ ص ۳، ۱۶۶ (۲۶) مقدمہ تفسیر تدبر قرآن ص ۲ (۲۷) مبادی تدبر قرآن ص ۲۱۸، ۲۱۹ (۲۸) مبادی تدبر حدیث ص ۳۸ (۲۹) سنن الدارمی المقدمہ ج ۱ ص ۱۴۵ (۳۰) صحیح البخاری کتاب الاذان باب ۱۸، کتاب الادب باب ۲۷، سنن الدارمی کتاب الصلاۃ ۴۶، مسند احمد ج ۵ ص ۵۳ (۳۱) المائدۃ، (۳۲) جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۳۱، مقدمۃ المیزان للشعرانی ص ۶۲، قواعد التحدیث للقاسمی ص ۵۰ (۳۳) الموافقات للشاطبی ج ۴ ص ۱۹، جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۹۱، مقدمہ کتاب الکفایۃ للحافظ محمد التیجانی ص ۱۲، الجرح والتعدیل لابو لبابہ حسین ص ۳۱ (۳۴) الکفایۃ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۱۶ (۳۵) نفس مصدر (۳۶) مقدمہ المیزان للشعرانی ص ۶۲، ۶۳، قواعد التحدیث للقاسمی ص ۵۲ (۳۷) حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۱۸، قواعد التحدیث للقاسمی ص ۳۳۸

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ